Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published: October 17, 2025

The Importance of Rightful Knowledge of the Quranic Sciences for Rightful Comprehension of the Holy Quran: An Analytical Study

فہم القرآن کے لئے علوم القرآن پر دسترس کی اہمیت: ایک تجزیاتی مطالعہ

Dr. Muhammad Riaz
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Green International University, Lahore
Email: dr.riaz@giu.edu.pk, prof.riaz786@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0009-0006-7531-3281

Dr. Syed Toqeer Abbas
Principal, Govt. High School Lakhodair Lahore Cantt
Email: toqeerlakhodair@gmail.com

Abstract

The Holy Quran is the last, yet complete and eternal, code of life for the entire human being. To achieve the aims and objectives of the Revelation is a truly arduous and uphill task, and it will remain undone without the exact knowledge of the Quranic Sciences. The purpose of this critical study is to examine the role of Quranic sciences, including knowledge of abrogation, the application of reason to reveal, rules of recitation, rules of exegesis, etymology, and linguistics. These sciences play a vital role in achieving the divine objective of guidance through the rightful comprehension of the text. The study emphatically expresses the fact that without the rightful mastery of the Quranic science, the destination of the right path is impossible, and the interpretation would be troublesome for mankind. This study also depicts that contemporary distraction of the general people of the Ummah and the downfall of the Muslim world can be managed only by the profound study of the Holy Quran, which in itself is out of question without the Quranic Sciences. By adopting a well-structured, resolute, and unflinching approach to the Quranic science, this paper designs an outline for an enlightened and practicable interpretation of the holy Quran.

Keywords: Quranic Sciences, Abrogation, Reason to Reveal, Rules of Exegesis, Rules of Recitation, Etymology, Linguistics

علوم القرآن میں سے کچھ علوم ایسے ہیں جن کا فہم القرآن کے لئے جاننا از حد ضروری ہے جن پر بات کرنا یا خامہ سرائی کرنا علمی پختگی کا متقاضی تھا لیکن

ہمارے عوام میں یہ علوم ناپختہ واعظین، ناتجربہ کار مبلغین اور بے علم مفسرین کے ذریعے متعارف کرائے گئے اور یہ عوام جن کی ذہن سازی

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 17, 2025

مستشرقین اوران کی تحاریک کے تحت ہورہی تھی، نے ان قرآنی علوم پر اعتراضات کئے۔اور یہ ادھورے علم کے وارثین ان علوم پر اعتراضات کا تسلی بخش جوابات نہ دے سکے اور یوں فتنوں کا ایک نہ ختم ہونے والا ایسا سلسلہ شروع ہو گیا جس کی لپیٹ میں ہر عصری تعلیم یافتہ کسی نہ کسی حد تک آگیا اور یوں نئے نئے اور گمراہ کن فرق کی آبادکاری ہوتی گئی یہاں تک کہ دہریت اور انکار ختم نبوت کو بھی اسلام ہی سمجھا جانے لگا۔دہریت اور انکار سنت اور انکار ختم نبوت کو لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ ملاؤں کے گھڑے ہو نظریات ہیں اسلام سے انکا کوئی تعلق نہیں۔ان حالات کے پیدا کرنے میں مستشرقین سے زیادہ قرآنی علوم سے ناآشنا علماء کا ہاتھ ہے۔انہوں نے عوام میں قرآن مجید اور قرآنی علوم کا کچھ اس طور سے نقشہ پیش کیا کہ شبہات میں اضافہ ہوتا گیا اور عامۃ المسلمین کفار اور مستشرقین کے بھونڈے دلائل کے قائل ہوتے گئے۔ مسلم دنیا کے عوام میں مستشرقین کی یلغار اس قدر کارگر نہ ہوتی جو قرآنی علوم اوران سے متعلق علمائے حق کے واضح نظریات بیان کر دیئے جاتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ فتنۂ دہریت اور فتنۂ انکار ختم نبوت کو اسلام میں کسی بھی طرح سے کہیں ذرہ برابر بھی جگہ دینا اہل اسلام کے ہاں ایک دجالی فتنہ ہے۔ان تمام فتن کی اصل وجہ کفار نہیں، مستشرقین بھی نہیں ،یہود و نصاریٰ بھی نہیں اور دوسرے کفار بھی نہیں۔آج علوم القرآن سے لاعلمی کی بنا پر انہی علوم القرآن کو ہی آڑ بنا کر اپنے اپنے فرقوں کی آبیاری کی جارہی ہے۔یوں تو قرآنی علوم کی فہرست میں علوم کی تعداد بے شمار ہے تاہم وہ چند جن کے بغیر فہم القرآن کا تصور بھی محال ہے اور بجائے ہدایت کے اوجِ کمال اور معراج انسانیت کے قاری ضلالت کے قعرِ مذلت میں مدفون پایا جاتا ہے، مندرجہ ذیل ہیں۔

1. الناسخ والمنسوخ

رب العزت نے قرآن مجید کو دوسری کتب کی طرح یک بارگی کے کسی انداز میں نازل نہیں فرمایا۔بلکہ اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا، جب پہلا حکم نازل ہوا تو بعد میں نازل ہونے والے احکامات کا تو ابھی وجود نہ تھا تو کوئی بھی مکلف نہ تھا۔قرآن نازل ہوتا گیا احکامات بڑھتے گئے تو جن احکامات میں تعارض تھا ان کی آبادکاری کے پیشِ نظر نسبتاً کم اہمیت وافادیت کے حامل احکامات کی جگہ نئے احکامات کو نئے وقت کے تقاضوں کے مطابق نافذ کیا گیا، یوں قرآنی علوم میں انتہائی اہم علم علمِ ناسخ و منسوخ ظہور پذیر ہوا۔ اسلام جب جزیرۃ العرب کی حدود کو پھلانگتا ہوا عجمیوں کے ہاں پہنچا تو بہت زیادہ اصطلاحات کی حقیقی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے ان کے بارے میں متحارب نظریات معرضِ وجود میں آئے جن کے

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 17, 2025

درمیان نہ پٹنے والا خلیج نظر آتا ہے۔انہیں بے جا ابحاث میں سے ایک بحث ناسخ و منسوخ کی بھی ہے۔ لیکن اہلِ حق نے بھی خوب تعاقب کیا ہے۔

"عام طور پر لفظ نسخ سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ حاکم نے کوئی حکم دیا، اب اس حکم کے خراب نتائج سامنے آئے تو اس حکم کو منسوخ کر دیا اور اس کی جگہ دوسرا حکم نافذ کر دیا۔ جس وقت لفظ نسخ ہم استعمال کرتے ہیں تو معًا دو چیزوں کا ہمیں خیال آجاتا ہے ایک تو یہ کہ پہلا حکم غلط تھا۔ دوسرا یہ کہ حاکم کو جہالت کے باعث اس کی غلطی اور سقم پر آگاہی نہ تھی۔ اس معنی کو ذہن میں لئے ہوئے جب ہم یہ سنتے ہیں کہ قرآن حکیم کی فلاں آیت منسوخ ہے یا حضور ﷺ کی فلاں حدیث منسوخ ہے تو ہم فوراً اس ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے پہلے غلط حکم کیوں دیا۔ کیا انہیں اس کی غلطی اور سقم کا پہلے علم نہ تھا یا دانستہ مذاق کیا؟ جب نسخ کا یہ تصور ہمارے ذہن میں ہو، تو ایسی کشمکش کا پیدا ہو جانا ایک قدرتی امر ہے۔"[1]

ناسخ و منسوخ سے متعلق ابحاث اتنی سادہ نہیں جتنا کہ عوام کے ہاں اس کا تصور پایا جاتا ہے۔ ناسخ و منسوخ کے بے شمار گوشے ہیں اور ہر گوشے میں کئی ایک ابحاث ہیں اور جن ابحاث کے میدان میں اترنے کے لئے کئی علوم میں مہارت درکار ہے۔ ہمارے ہاں ایک طبقہ ناسخ و منسوخ کے بارے میں یہودیوں کی طرح کا سخت رویہ اختیار کئے ہوئے ہے کہ اللہ کیا معاذ اللہ کسی کے رعب میں آکر اپنی رائے تبدیل کر لیتا ہے؟ ان کے نزدیک کسی حکم کو منسوخ کرنے کا مطلب ہے کہ اللہ کسی کی داب میں آکر حکم کو واپس لے رہا ہے۔ یا اپنی غلطی کا احساس ہؤا ہے اور پچھتاتے ہوئے حکم کو منسوخ کر رہا ہے۔

ناسخ کے نفاذ یا نزول سے قبل منسوخ ہی معتبر اور مفید ہؤا کرتا تھا ناسخ نہ ہوتا تو منسوخ ہی محترم ہوتا۔ حالات اور ضروریات کے بدل جانے سے یہ سب کچھ بدل دیا گیا۔ تدریج و ارتقا انسان کی فطرت بھی ہے اور فطرت کا تقاضا بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان میں بتدریج تبدیلیاں آئیں اور ان تبدیلیوں کی ضرورت متبادل ہوا کرتی ہے۔ انسان میں اور اس کی فطرت میں تبدیلی ایک عام سے مشاہدہ کی بات ہے۔ تبدیلی کے بعد تبدیلی سے پہلے کے حالات کے ساتھ وابستگی فطرت کو دبانے کے مترادف ہے جو کہ بذاتِ خود ایک نقصان دہ امر ہے۔ "ناسخ وہ دلیل شرعی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ناسخ سے پہلے جو حکم کسی دلیلِ شرعی سے ثابت تھا وہ حکم اب نہیں ہے اور نسخ کی یہ دلیل پہلے حکم سے متاخر ہوتی ہے اور اگر یہ ناسخ نہ ہوتا تو پہلا حکم ہی ثابت رہتا۔"[2] عین ممکن ہے کہ جس دلیل شرعی کی بنا پر یہ حکم نافذ کی گیا اب یہ دلیل شرعی معدوم ہو چکی ہو اور نئے حالات نے نئی دلیل

[1] الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، (2003ء). سنتِ خیر الانام، ص:220، لاہور، ضیاءالقرآن پبلیکیشنز

[2] رازی، امام، (1398ھ). تفسیر کبیر، ج:1، ص:433، دارالفکر، بیروت

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 17, 2025

شرعی پیدا کردی ہو اور اس نئی دلیل شرعی کو اب کوئی نیا حکم چاہیے۔اہلِ حق نے اس اصطلاح کو انتہائی اہم جانتے ہوئے ابتدائے اسلام ہی سے پوری کوشش کی لیکن مندرجہ ذیل کاوش کے بعد اس ضمن میں تشنگی کسی حد تک ختم ہو جاتی ہے۔

"نسخ کی مختصر تعریف تو یہ ہے:

وهو رفع الشارع حكمًا شرعيًا بدليل شرعي

"یعنی شارع کا ایک حکمِ شرعی کو دوسری دلیلِ شرعی سے ساقط کر دینا۔"

اس کی دو جہتیں ہیں ایک بالنسبۃ الینا یعنی نسخ سے ہم تو یہی سمجھیں گے کہ پہلا حکم ساقط ہو گیا اور دوسری جہت بالنسبۃ الی الشارع یعنی شارع کے علم کے مطابق کسی نافذ حکم کو ساقط نہیں کیا گیا بلکہ پہلے حکم کی تعمیل کی مدت بتادی گئی کہ یہ حکم اس وقت تک واجب العمل تھا۔اب اس کی میعاد ختم ہو گئی۔اس کی جگہ آج یہ حکم جاری کیا جاتا ہے۔

کتاب التحقیق میں ہے:وفی حق صاحب اشرع بیان محض لانتہاء الحکم الاول لیس فیہ معنی الرفع۔نسخ صاحبِ شریعت کی نگاہ میں پہلے حکم کی میعاد کے ختم ہونے کا بیان ہے اس سے کسی جاری کردہ حکم کو ساقط کرنا مقصود نہیں ہے۔"[3]

ناسخ و منسوخ کوئی نئی چیز نہ تھی جسے قرآن نے اختیار کیا تھا یہ امر تو دیگر الہامی کتب اور گذشتہ شریعتوں میں بھی تھا۔اس کے علاوہ انسانی وضعی قوانین، جو کہ ایوانِ زیریں وایوانِ بالا کی عرق ریزیوں اور دھواں دھار بحث و تمحیص کے نتیجہ میں، قانون سازی کے کئی مراحل سے گزرتے ہوئے وجود میں آتے ہیں، ان کے منسوخ ہونے کی تاریخ ان کے نافذ العمل ہونے کی تاریخ کے ساتھ ہی بتادی جاتی ہے اور ساتھ ہی ناسخ یعنی آئندہ کا لائحہ عمل بھی بتادیا جاتا ہے۔ناسخ و منسوخ کے تصور کو اگر کوئی سمجھنا چاہے تو اس کام کے لئے تو کتابِ گردشِ لیل ونہار بھی حاضر ہے جسے پڑھنے کے لئے تو حواس خمسہ کی بھی کوئی مکمل ضرورت نہیں۔

"قرآنِ کریم نے کتبِ قدیمہ اور شرائع سابقہ کو منسوخ فرمایا تو کفار کو بہت توحش ہوا تو انہوں نے اس پر طعن کئے تو قرآن میں اللہ رب العزت نے یہ بتایا کہ منسوخ بھی اللہ کی طرف سے ہے اور ناسخ بھی، دونوں عین حکمت ہیں اور ناسخ کبھی منسوخ سے زیادہ سہل وانفع ہوتا ہے قدرتِ الٰہیہ پر یقین رکھنے والے کو اس میں جائے تردد نہیں۔کائنات میں مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دن سے رات کو، گرما سے سرما کو، جوانی سے بڑھاپے کو بیماری سے تندرستی کو، بہار سے خزاں کو منسوخ فرماتا ہے۔یہ تمام نسخ تبدل اس

[3] سنتِ خیر الانام، ص:222

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
October 17, 2025

قدرت کے دلائل ہیں تو ایک آیت اور ایک حکم کے منسوخ ہونے میں کیا تعجب؟نسخ در حقیقت حکم سابق کی مدت کا بیان ہوتا ہے کہ وہ حکم اس مدت کے لئے تھا اور عین حکمت تھا کفار کی نا فہمی کہ نسخ پر اعتراض کرتے ہیں اور اہلِ کتاب کا اعتراض ان کے معتقدات کے لحاظ سے بھی غلط ہے انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت کے احکام کی منسوخیت تسلیم کرنا پڑے گی یہ ماننا ہی پڑے گا کہ شنبہ کے روز دنیوی کام ان سے پہلے حرام نہ تھے ان پر حرام ہوئے۔یہ بھی اقرار ناگزیر ہو گا کہ توریٰت میں حضرت نوح علیہ السلام کی امت کے لئے تمام چوپائے حلال ہونا بیان کیا گیا۔''[4]

یہ بات توطے ہے کہ ناسخ و منسوخ کے صحیح فہم کے بغیر قرآن فہمی میں غلطی کا احتمال ہے اور چونکہ احکام کا بنیادی ماٰخذ قرآن ہے اگر یہیں پہ ارتیاب وابہام ہو گا تو اسلام کے قصرِ رفیع کا وجود مشکوک ہو جائے گا،ہی تو اعدائے اسلام کی سعیٔ ناتمام و نامراد ہے۔لہٰذا قرآن فہمی کا تصورِ ناسخ و منسوخ کے بغیر وجود ہی ناممکن ہے۔

"ان معرفة الناسخ والمنسوخ ركن عظيم فى فهم الاسلام وفى الاهتداء الى صحيح الاحكام، خصوصاً اذا ما وجدت ادلة متعارضة لا يندفع التناقض بينها الا بمعرفة سابقهامن لاحقها، وناسخها من منسوخها،ولهذا سلفنا الصالح بعنون بهذه الناحية، يحذ قو نها،ويلفتون انظارالناس اليها،ويحملونهم عليها، حتى لقد جاء فى الاثر انابنعباس۔ رضى الله عنه۔ فسر الحكمة فى قوله تعالىٰ:(ومن يؤ ت حكمة فقد اوتيخيرًا كثيرًا) بمعرفة ناسخ القرآن ومنسوخ ه، و محكم ومتشابهه، ومقدمه، وموخره وحلاله وحرامه وورود ان علياً كرم الله وجهه دخل المسجد فاذا رجل يخوفالناس،فقالماهذا؟قالو: رجل يذكر الناس، فقال: ليس برجل يذكرالناس، ولكنه يقو ل انا فلان بن فلان فاعرفو نى فارسل اليه فقال: اتعر ف الناسخ ولمنسوخ؟قال: لا،قال:فاخرجمن مسجدناولاتذ كر فيه و روى انه۔ كرم الله وجه۔مر على قاض فقال اتعرف الناسخ منالمنسوخ؟ قال: لا، قال:هلكت واهلكت،يريد انه عرض نفسه وعرض الناس للهلاک،مادامانه لا يعرف الناسخ من المنسوخ"[5]

''اسلام کے فہم اور صحیح احکام کی طرف ہدایت کے لئے ناسخ و منسوخ کی معرفت ضروری ہے خاص طور پر جب دلائل متعارض ہوں اور سابقہ اور لاحقہ اور ناسخ اور منسوخ کی معرفت کے بغیر تناقض دور نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ حتیٰ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قرآن پاک (جسے اللہ تعالیٰ حکمت عطا فرماتا ہے اسے خیرِ کثیر عطا فرماتا ہے) میں لفظ حکمت کی تفسیر آگئی یعنی حکمت کا مطلب ہے ناسخ و منسوخِ قرآن، محکم و تشابہ، مقدم و مؤخر اور حلال و حرام کی معرفت۔حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص لوگوں سے مخاطب تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے تو کہا گیا کہ یہ شخص لوگوں کو نصیحت کر رہا تھا۔آپ نے اس شخص سے پوچھا کیا تو ناسخ و منسوخ کی پہچان رکھتا ہے تو اس نے کہا نہیں تو آپ نے حکم دیا کہ ہماری مسجد سے نکل جا اور کبھی وعظ نہ کرنا اور

[4] مراد آبادی، نعم الدین، سید،(2000ء). خزائن العرفان، ص:20،لاہور، ضیاءالقرآن پبلیکیشنز
[5] زرقانی، عبدالعظیم،(س،ن). مناہل العرفان، ص:136، بیروت، دارالکتاب العربی

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 17, 2025

ایک روایت ہے کہ آپ کا گزر ایک قاضی سے ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو ناسخ و منسوخ جانتا ہے تو اس نے کہا کہ نہیں تو آپ نے کہا کہ ناسخ و منسوخ کی معرفت کے بغیر تو خود کو اور لوگوں کو بھی ہلاک کرے گا۔"

انبیاء سابقین کی شریعتوں کا مطالعہ کرنے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ناسخ اور منسوخ کا تصور کوئی نئی بات نہیں۔اسلام کی مخالف تحاریک نے خواہ مخواہ اودھم مچایا اور یہ سارا کچھ اسلام سے دشمنی کا نتیجہ ہے اور دوسرے ادیان کے علماء اگر ناسخ اور منسوخ کو واویلا بنا کر اٹھا رہے ہیں تو یہ ان کی سوچی سمجھی دشمنی ہے۔ناسخ و منسوخ کا تصور خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل دیگر انبیاء کے ہاں بھی پایا جاتا تھا۔

"حالات اور موقع محل کی مناسبت سے احکام شریعت میں تبدیلی انبیائے کرام کے ذریعہ بحکم خداوندی ہر زمانے میں انبیائے کرام کے ذریعہ بحکم خداوندی ہر زمانے میں ہوتی رہی ہے ،اس تبدیلی کو نسخ کہتے ہیں، حکمِ اول کو منسوخ اور حکمِ ثانی کو ناسخ کہتے ہیں فقہائے اسلام کے یہاں ناسخ و منسوخ کے مفہوم میں مزید وسعت پیدا کر دی گئی۔"[6]

مانا کہ حالات اب بڑی تیزی سے بدل رہے ہیں لیکن سست روی سے سہی پہلے زمانوں میں بھی تو حالات بدلتے تھے تو بدلتے ہوئے حالات کے تقاضے بجالانے کے لئے احکام بدلا کرتے تھے،اب اگر یہ پہلے زمانوں کے لئے روا اور درست تھا تو یہ درستگی کا قاعدہ قرآن کے لئے کیوں بدلا جائے۔اس رویے میں تو معترضین کی سراسر بددیانتی ظاہر ہوتی ہے۔

2. محکمات و متشابہات

علمائے اصول نے محکم اور متشابہ کی تعریفات مختلف انداز میں کیں ہیں اور ہر تعریف میں مختلف انداز میں گرہ کشائی کی گئی ہے جن کے بغور مطالعہٗ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ آیات جن سے ایک عام عربی دان معانی سمجھ کر احکام نکال سکتا ہے محکم آیات کہلاتی ہیں اور جن کے معانی سمجھنے کے اور احکام مستنبط کرنے کے لئے عوام علمائے تفسیر کے محتاج ہیں متشابہ آیات کہلاتی ہیں۔قرآن کریم کا وہ حصہ جس میں عقائد،عبادات،اخلاق ومعاملات، حقوق وفرائض اور اوامر ونواہی کا بیان ہے،آیاتِ محکمات پر مشتمل ہے اور مابعد الطبیعاتی اسرار ورموز کا انکشاف آیاتِ متشابہات میں بیان کیا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰت[7]

"وہی ہے جس نے نازل فرمائی آپ پر کتاب اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں"

[6] ندوی، عبید اللہ، کوٹی، (2012ء). اسلام اور مستشرقین، ج:3، ص:308، اعظم گڑھ، دار المصنفین شبلی اکیڈمی
[7] القرآن، 3:7

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 17, 2025

1. امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں کہ

"محکمات سے مراد ناسخ، حلال، حرام، حدود، فرائض اور جن پر ایمان لایا جاتا ہے اور تشابہات سے مراد منسوخ، مقدم، مؤخر، امثال، اقسام اور جن پر ایمان لانا تو ضروری ہے لیکن ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔"[8]

قرآنِ مجید کی اصل غرض وغایت رشد وہدایت ہے انسان کو گناہ اور معصیت سے بچانا ہے اور یہ سب باتیں روشن اور بیّن آیات جن کو محکم ہی کہا جائے گا، ان میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ وہ آیات ہیں جن کے معانی اور مدعا بالکل واضح اور صاف انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

"محکم پکی اور پختہ چیز کو کہتے ہیں۔ 'آیاتِ محکمات' سے مراد وہ آیات ہیں، جن کی زبان بالکل صاف ہے، جن کا مفہوم متعین کرنے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے، جن کے الفاظ معانی و مدعا پر صاف اور صریح دلالت کرتے ہیں، جنھیں تاویلات کا تختہ مشق بنانے کا موقع مشکل ہی سے کسی کو مل سکتا ہے۔ یہ آیات کتاب کی اصل بنیاد ہیں یعنی قرآن جس غرض کے لئے نازل ہوُا ہے اس غرض کو یہی آیتیں پورا کرتی ہیں انہیں میں اسلام کی طرف دنیا کو دعوت دی گئی ہے انہیں میں عبرت اور نصیحت کی باتیں فرمائی گئیں ہیں، انہیں میں گمراہیوں کی تردید اور راہِ راست کی توضیح کی گئی ہے انہی میں دین کے بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں، انھی میں عقائد، عبادات، اخلاق، فرائض اور امر و نہی کے احکام ارشاد ہوئے ہیں پس جو شخص طالب حق ہو اور یہ جاننے کے لئے قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہتا ہو کہ وہ کس راہ پر چلے اور کس راہ پر نہ چلے اس کی پیاس بجھانے کے آیاتِ محکمات ہی اصل مرجع ہیں اور فطرتًا انھی کی طرف اس کی توجہ مرکوز ہو گی اور وہ زیادہ تر انھی سے فائدہ اٹھانے میں مشغول رہے گا۔"[9]

آئمۂ لغت نے بھی محکم آیات کی جو وضاحت فرمائی ہے اس کے مطابق بھی محکم کا مطلب واضح اور بین ہی ہے۔ یہ وہ آیات ہیں جن سے سطحی ذہن کو بھی کسی قسم کا شبہ وارد نہ ہو سکتا ہو۔

"محکم کی تعریف امام راغب نے یہ کی ہے۔ فالمحکم مالایعرض فیہ شبھۃ من حیث اللفظ ولا من حیث المعنی (مفردات) محکم آیت وہ ہے جس کا مفہوم واضح اور بین ہو اور اس کے لفظ یا معنی کے اعتبار سے اس پر کسی قسم کا شبہ نہ وارد ہو سکتا ہو اور المتشابہ مااشکل تفسیرہ امامن حیث اللفظ او من حیث المعنی یعنی جس کا معنی اور تفسیر کسی لفظی یا معنوی پیچیدگی کی وجہ سے مشکل ہو ارشاد ہوتا ہے کہ قرآن کی بعض آیات بالکل واضح اور ہر شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ اور یہی ساری کتاب کی اصل اور مرجع ہیں اور بعض آیتیں ایسی ہیں جن کا مفہوم واضح نہیں ہوتا اور ان میں مختلف آیات کی گنجائش ہوتی ہے۔ جن کے دل حق سے منحرف ہوتے ہیں وہ دوسرے سادہ لوح مسلمانوں کے سامنے آیاتِ تشابہات کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں جو محکم آیات کے منافی ہوتی ہیں۔ اور اس طرح ان کے دلوں میں

[8] طبری، محمد بن جریر، ابو جعفر، امام، (س، ن). جامع البیان، ج:3، ص:202، بیروت، دار المعرفۃ
[9] مودودی، ابوالا علی، (2001ء). تفہیم القرآن، ج:1، ص:234، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 17, 2025

قرآن اور اسلام کے متعلق طرح طرح کے شکوک اور وسوسے پیدا کر کے انہیں اپنے دین سے بد ظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ متشابہات کی تاویل کرتے وقت محکم آیات کی پیروی کی جاتی اور ان کی روشنی میں ان کا مفہوم بتایا جاتا۔ لیکن چونکہ نیت فاسد ہوتی ہے اس لئے وہ راہِ راست کو چھوڑ کر پیچ در پیچ راہ اختیار کرتے ہیں۔"[10]

چونکہ متشابہ پر دین کا اور بالخصوص عملی اسلام کا دار و مدار نہیں اسلئے اہلِ حق نے ان پر وقت ضائع نہیں کیا۔ باطل فرقوں کے موجدین نے ان آیات کو اپنی لایعنی تاویلات کے ذریعے مشقِ ستم بنایا۔

"علم میں رسوخ رکھنے والے متشابہ آیات کی تاویل نہیں جانتے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں امنا بہ کل من عند ربنا ہم اس پر ایمان لائے یہ ہمارے رب کی طرف سے ہے امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے نقل کیا ہے کہ علم میں رسوخ رکھنے والوں کا علم قرآنِ حکیم کی تاویل میں یہاں آکر ختم ہو جاتا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ یہ سب ہمارے رب کی جانب سے ہے۔"[11]

3. وحی

کون ہے وہ جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے؟ اس نے زمین وآسمان کو کیوں تخلیق فرمایا؟ اس نے انسان کو کیوں پیدا کیا؟ زمین کو ہی کیوں انسان کا مسکن بنایا؟ کشمکشِ حیات و ممات کیا ہے؟ آغاز کیسے ہوا انجام کیوں، کیا اور کیسے ہوگا؟ یہ اور ان کی طرح کے لا متناہی سوالات ہیں جن کے جوابات حواسِ خمسہ، عقل اور وجدان جیسے ذرائع کے دائرہ اختیار میں نہیں کیونکہ یہ مادی اور طبعی علوم کے آلاتِ کار ہیں اور مذکورہ بالا سوالات کا تعلق مابعد الطبیعاتی ماحول سے ہے۔ لٰہذا حواسِ خمسہ، عقل اور وجدان کی کمند مابعد الطبیعاتی مسائل کی حصار کو سر کرنے کے لئے نہیں ڈالی جا سکتا۔ اس کا ہر گز یہ مطلب بھی نہیں کہ ان سوالات کا کوئی جواب نہیں اور ان مسائل کا کوئی حل نہیں۔ انسانیت کو بے نیلِ مرام پھرنے کے بعد اور سعئ لاحاصل کے بعد، نقطہ وری کے جس ذریعہ علم کا سہارا لینا پڑتا ہے اور جس میں ہر مسئلہ لاینحل کا واقعۃً حل ملتا ہے۔ وہ ہے 'وحی'۔ انسانیت کی رسول کے ذریعے الٰہیہ راہنمائی کو وحی کہتے ہیں۔ وحی کے متعدد معانی ہیں اور یہ مختلف معانی قرآن میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ وحی کا ایک معنی ہے چپکے سے دل میں کوئی بات ڈال دینا چنانچہ قرآن کی کئی آیات میں یہ معنی مراد ہے مثلاً:

[10] ضیاء القرآن، ج:1، ص:220
[11] جلال الدین، سیوطی، امام، (2013ء). درِّ منثور، ج:2، ص:21، لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 17, 2025

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ[12]

''اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تو پہاڑوں میں اور درختوں اور لوگ جو چھتریاں اٹھاتے ہیں، ان میں اپنے گھر بنا''

اللہ رب العزت فرشتوں سے جو خطاب فرماتا ہے اسے بھی وحی کہتے ہیں۔

وَاِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا[13] (القرآن،12:8)

'' اور جب آپ کے رب نے فرشتوں کو وحی فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اہلِ ایمان کو ثابت رکھو۔''

انبیاء کے علاوہ بھی اگر کسی شخص کے دل میں اگر اللہ رب العزت کوئی بات ڈال دے تو اس کے لئے بھی لفظ وحی ہی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً

وَاَوْ حَینَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْ ضِعِیْه[14]

'' اور جب ہم نے وحی کی موسیٰ کی ماں کو کہ اسے دودھ پلاؤ''

یہ سب اور ان کے علاوہ اور متعدد معانی وحی کا لفظ لغوی اعتبار سے استعمال ہوا ہے لیکن عام طور پر اور شرعی اصطلاح میں یہ لفظ کلام الٰہی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

كلام الله المنزل على نبى من انبيائه

''اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو کسی نبی پر نازل ہو''[15]

اللہ رب العزت کی مشیت و رضا کو عقلِ نارسا نفس کی اندھیاریوں میں اور خواہشات کی ظلمتوں میں کیسے ٹٹول سکتی تھی۔ اس کارِ عظیم کے لئے لامحالہ طور پر وحی ہی کی ضرورت تھی۔ ہر وہ ضرورت جس کے بر لانے کا تعلق انسان کی فوز و فلاح سے ہے وحی کے ذریعے ہی پوری کی جاتی ہے۔

''وحی کے ذریعے بندوں کو ان باتوں کی تعلیم دی جاتی ہے جو وہ محض اپنی عقل اور حواس سے معلوم نہ کر سکیں، یہ باتیں خالص مذہبی نوعیت کی بھی ہو سکتی ہیں اور دنیا کی عام ضروریات کی بھی۔ انبیاء علیہم السلام پر وحی عموماً پہلی قسم کی ہوتی ہے، لیکن بوقت ضرورت دنیوی ضروریات بھی بذریعہ وحی بتائی گئی ہیں، مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بناتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

[12] القرآن،68:16

[13] القرآن،12:8

[14] القرآن،7:28

[15] عینی، بدر الدین، (س،ن). عمدۃ القاری، ج:1، ص:18، معرفت لائبریری، انٹرنیٹ

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 17, 2025

وَاصْنَعِ الْفُلکَ بِاَعْیُنِنَاوَوَحْیِنَا[16]

''اور ہماری نگرانی اور ہماری وحی کی مدد سے کشتی بناؤ''[17]

انبیاء کے ذریعے وحی کی ہدایت انسان کی حاجتمندی کی تلافی کرتی ہے اور بحیثیت ذریعۂ علم کے، وحی اللہ تعالیٰ کے اس ارادے کی مظہر ہے کہ وہ انسانوں کی علمی استعداد کی کمی اور نقص کی تلافی فرماتا ہے۔[18]

جمع وتدوین قرآن

قرآن ہی الہامی کتب میں وہ واحد عظیم المرتبت کتاب ہے جو جس طرح حضور ﷺ کے قلبِ اطہر پر نازل ہوئی اسی طرح اور اسی حالت میں آج بھی موجود ہے اقوام عالم میں ایک ہم مسلم ہیں کہ کہہ سکتے ہیں کہ صرف قرآن ہے جو ہر قسم کے تغیر و تبدل، تحریف و ترمیم اور تنسیخ واضافہ کے بغیر اصلی حالت میں موجود ہے ادیان عالم کے علماء بھی اس حقیقت سے اتفاق کریں گے کہ کوئی اور کتاب بشمول ان کے اپنے مذہب کی مقدس کتاب کے کوئی کتاب اصلی حالت میں موجود نہیں۔اس کی وجہ اس کے نازل کرنے والے کا اپنا خصوصی انتظام ہے۔اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ

لَا یَأْتِیْهِ الْبَاطِلِ مِن بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ[19]

''قرآن مین نہ سامنے سے باطل کے گھسنے کی گنجائش ہے نہ پیچھے سے''

بَلْ هُوَ قُرْآن مَّجِیْد ۔فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظ۔[20]

''بلکہ وہ توبلند و بالا، برتر قرآن لوحِ محفوظ میں ہے''

قرآن وہ قلعہ ہے جس میں کسی بھی طرح سے شکوک وشبہات گھس نہیں سکتے اور اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے، شکوک وارتیاب کے لئے یہ ناقابل تسخیر ہے اور محفوظ ہے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَه لَحٰفِظُوْن[21]

[16] القرآن، 37:11
[17] علوم القرآن، ص:24
[18] برہان احمد فاروقی، قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل، 41، علم و عرفان پبلشرز، لاہور
[19] القرآن، 42:41
[20] القرآن، 21,22:85
[21] القرآن، 15:9

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 17, 2025

"بے شک ہم نے ہی اس ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"

إِنَّا عَلَيْنَا جَمْعَهُ[22]

"بلاشبہ ہم پر قرآن کے جمع رکھنے کی ذمہ داری ہے"

اکثر کتب ایک زمانے تک قصوں، کہانیوں، یاداشتوں، گیتوں یا بھجنون کے کندھوں پر سوار رہنے کے بعد پراگندہ ودرماندہ ہو کر آغوش تحریر میں آگریں لیکن قرآن کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ اس کی کتابت کا سلسلہ اس کے نزول کے ساتھ ہی شروع ہو گیا اور آخری آیت کے نزول تک جاری رہا۔ قرآن مکمل طور پر کتابی صورت میں ابتدائی دور میں ہی محفوظ کر لیا گیا تھا اس امر کی شہادت ہمیں اس آیت سے ملتی ہے۔

ذَالِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْهِ[23]

"یہ وہ عظیم المرتبت کتاب ہے جس میں شک نہیں"

اس آیت سے رب العزت کے ارادہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اسے کتابی شکل میں چاہتا ہے تبھی تو حضورﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے اس کی تدوین کی طرف اس قدر اہتمام کے ساتھ توجہ فرمائی۔

> "پھر اس کی کتابت و حفاظت کا اہتمام دیکھئے کہ دوشنبہ ربیع الاول ۴ نبوی کو دوسری وحی اور تبلیغ کا حکم ہوا پنج شنبہ کو خالد بن سعید مشرف بہ اسلام ہوئے ان سے حضورﷺ نے کتابت شروع کرائی۔ان کی دختر نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے بسم اللہ میرے باپ نے لکھی۔اس طرح نزولِ وحی سے چوتھے دن کتابت شروع ہوئی جو نزولِ قرآن کے اختتام تک برابر جاری رہی۔اور ایک دو نہیں بہت سے اصحاب سے کتابت کا کام لیا جاتا تھا بلکہ مؤرخین نے ان کی تعداد ۴۲ تک بتائی ہے اور کاتبوں کی اتنی بڑی تعداد مقرر کرنے کی وجہ یہی تھی کہ وقت پر ایک نہ ملے تو دوسرا اس کام کو انجام دیدے۔"[24]

رسول اللہﷺ کی حیاتِ طیبہ میں قرآن کو محفوظ کرنے کا انتظام تھا کہ آپﷺ اسے بڑے اہتمام سے لکھواتے اور صحابہ کو حکم دیتے کہ اسے یاد کیا جائے، جو کہ کرتے اور نمازِ پنجگانہ میں دہرایا کرتے۔

> "This, then, was the beginning of the compilation of the Quran. It was the custom of the Prophet (peace be upon him) that immediately after dictating, he would ask his companion to memorize the text, and repeat it daily during the two prayers- at that time only two prayers were ordained. It was only

[22] القرآن، 17:75

[23] القرآن، 2:2

[24] خورشید احمد، (2010ء).اسلامی نظریۂ حیات، ص:258، کراچی، شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، جامعہ کراچی

OPEN ACCESS

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
October 17, 2025

after the Ascention that five prayers became obligatory and people began to repeat verses of the Quran five times during their daily prayers. A practical benefit that accrued from this was that a man with a weak memory, who was likely to forget the verses reciting them only twice would preserve them in his memory, reciting them five times a day.”[25]

”یہ پھر قرآن کی تدوین کی ابتدأ تھی۔ یہ پیغمبر ﷺ کی عادت تھی کہ قرآن کی املا کروانے کے فوراً بعد آپ ﷺ اپنے صحابہ سے کہتے کہ متن کو حفظ کرواور روزانہ دونوں نمازوں میں اسے دہراوٗ۔اس وقت صرف دو نمازیں ہی فرض تھیں معراج کے بعد پانچ نمازیں فرض ہوئیں اور لوگوں نے اپنی پنجگانہ نمازوں میں قرآنی آیات کو دہرانا شروع کردیا۔اس سے ایک عملی فائدہ یہ حاصل ہوا کہ ایک کمزور حافظے کا آدمی جو کہ ممکن تھا کہ دو دفعہ تلاوت کرنے سے آیات کو بھلا دیتا،وہ ان کو دن میں پانچ دفعہ تلاوت کرنے سے اپنے حافظے میں محفوظ رکھے گا۔ “

اسباب النزول

قرآن میں دو طرح کی آیات ہیں ایک وہ جن کے نزول کے پیچھے فقط رب العزت کی رحمت کارفرما ہوا کرتی تھی کہ وہ رحمٰن رب اپنی مخلوق کی رہنمائی فرمائے یہ ابتدائی زمانۂ نزولِ وحی تھا لیکن بعد میں دربارِ رسالتِ مآب میں کوئی سوال اٹھایا جاتا یا آپ کی حضوری میں کوئی واقعہ پیش آتا اور رہنمائی کے لئے وحی کا نزول ہوتا ان سوالات یا واقعات کو قرآنی آیات کا اسباب نزول کہتے ہیں۔

”کسی نے یہ کہا کہ اس فن سے بجز اس کے کوئی فائدہ نہیں کہ یہ قرآن کی تاریخ بن سکے مگر یہ قائل کی غلطی ہے کیونکہ اس فن میں بہت سے اعلیٰ درجہ کے فائدے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً

(۱) حکم کے مشروع ہونے کا علم اور اس حکمت کی وجہ کا معلوم کرنا۔

(۲) جس شخص کے خیال میں حکم کا اعتبار سبب کی خصوصیت کے ذریعے سے کیا جاتا ہے اس کی رائے کے لحاظ سے سبب نزول کے ساتھ حکم کی خصوصیت ظاہر کرنا۔

(۳) کبھی لفظ تو عام ہوتا ہے مگر دلیل اس کی تخصیص پر قائم ہو جاتی ہے۔اس لئے جس وقت سبب نزول معلوم ہو گا اور تخصیص کا اقتصار اس سبب کی صورت کے ماسوا پر ہو جائے گا اس لئے سبب کی صورت کا دخول قطعی ہے اور اجتہاد کے ذریعہ سے صورتِ سبب کو خارج کر دینا ممنوع ہے

(۴) اور بڑی بات یہ ہے کہ سبب نزول کی معرفت سے آیات کے معانی منکشف ہو جاتے ہیں اور ان کے سمجھنے میں الجھن نہیں پڑتی۔“[26]

[25] Doctor Hameed ul Allah,(1985).History of the Quran,pg:9, www.facebook.com/payamequran

[26] الاتقان فی علوم القرآن،ج:1،ص:85

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 17, 2025

" قرآن کریم کی آیات دو طرح کی ہیں: ایک قسم وہ ہے جس کو اللہ تعالی نے ابتداً نازل کیا اور وہ کسی خاص واقعہ یا سبب کے ساتھ مربوط نہ تھیں وہ محض مخلوق کی ہدایت کے لئے نازل کی گئیں اس قسم کی آیات بکثرت ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جو کسی خاص واقعہ کے ساتھ مربوط ہے یا کسی سوال کے جواب میں نازل کی گئی ان اسباب اور واقعات کو مفسّرین کی اصطلاح میں سببِ نزول اور شانِ نزول کہا جاتا ہے بعض اوقات ایک آیت کے متعدد اسباب ہوتے ہیں اور بعض اوقات ایک سبب کی وجہ سے متعدد آیات نازل ہوتی ہیں اور ہر چند کہ آیت کسی خاص مورد یا واقعہ میں نازل ہو لیکن جمہور آئمہ اور مفسّرین کے نزدیک خصوصیّت مورود کی بجائے عموم الفاظ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔" [27]

" قرآن کے شانِ نزول کے بارے میں نزولِ قرآن کے مشاہدے کے سماع اور روایت نیز اسباب نزول جانے بغیر بات کرنا جائز نہیں ہے اس علم میں ٹھوکریں کھانے والے اور ٹامک ٹوئیاں مارنے والے جاہل اور بے علم شخص کے لئے شریعت میں دوزخ کی وعید سنائی گئی ہے۔" [28]

''اسباب النزول: هومانزلت الآ يةاوالآيات متحدثة عنه او مبينةالحكمه ايام وقوعه والمعنى انه حادثةوقعت فى زمن النبىﷺ،او سوال وجه اليه،فنزلت آيةاولآيات من الله تعالىٰ ببيان مايتصل بتلك الحادثة،او بجواب هذا السوال'' [29]

''ایک آیت یا آیات جس وجہ سے نازل ہو نبی اکرم ﷺ کے دور میں کوئی واقعہ پیش آیا ہو یا آپ کے حضور کسی نے سوال کیا ہو آیت یا آیات اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوں اس واقعہ کو بیان کرنے یا اس سوال کے جواب میں۔"

"دشوار مقامات میں سے ایک اسباب نزول کا مسئلہ بھی ہے۔ اس کی صعوبت اور دشواری کا سبب بھی متقدمین اور متاخرین کی اصطلاحات کا اختلافات ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے بیانات سے جو نتیجہ نکالا جا سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ حضرات جہاں یہ کہتے ہیں "نزلت فی کذا" [یہ آیت فلاں بارے میں نازل ہوئی] تو یہ کسی واقعہ سے مخصوص نہیں ہوتا، جو رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے میں ہوا اور نزولِ آیت کا سبب بنا ہو بلکہ ان حضرات کی عادت یہ تھی کہ وہ ایسے مواقع کا جو آپ ﷺ کے زمانے میں یا اس کے بعد آئے ہوں، ذکر کرتے تو کہہ دیا کرتے کہ یہ آیت ایسے موقع پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ آیت پوری طرح اس واقعہ پر منطبق ہو، بلکہ اسے اصل حکم پر منطبق ہونا چاہئے۔" [30]

[27] سعیدی، غلام رسول، (2008ء) تبیان القرآن، ج: 1، ص: 86، لاہور، فرید بک سٹال
[28] نیشاپوری، الواحدی، ابوالحسن، علی بن احمد، (2005ء). اسباب النزول القرآن، ص: 135، کراچی، دارالاشاعت
[29] مناہل العرفان، ص: 89
[30] محمد صدیق حسن خان، نواب، (س،ن). علوم القرآن، ص: 581، گوجرانوالہ، دار ابی الطیب

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 17, 2025

حروفِ سبعہ

وہ تمام احادیث جن میں 'سات حروف' یا 'سات' قرأتوں کا ذکر ہے وہ ابتدائے اسلام سے ہی علمائے تفسیر کے ہر درجہ میں زیرِ بحث رہی ہیں اور آج تک عامۃالمسلمین کے لئے کوئی یک جہتی، ثقہ اور علمی زاویہ نگاہ متعین نہ ہو سکا مثلاً ایک صحیح حدیث میں آنحضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ

ان هذا القرآن انزل على سبعة احرف فا قرءو ما تيسر منه

''بیشک یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا، تمہیں جو آسان لگے اس میں پڑھ لیا کرو''

مندرجہ بالا حدیث باعتبار سند متواتر ہے، لیکن یہ طے کرنا اور مبینہ طور سے طے کرنا ایک طرح سے ناممکن ہے کہ حروف سبعہ سے کیا مراد ہے اس سے متعلق علماء کی مختلف آراء ہیں۔

'' یہ قرأتیں براہِ راست نبی اکرم ﷺ سے متواتر طریقہ سے ثابت ہیں، نسخۂ عثمانی میں چونکہ کتابت کی موجودہ شکلیں اور نقطے نہ تھے، اس لیے اس نسخے سے ساتوں قرأتوں کے مطابق تلاوت ہو سکتی تھی مثلاً قرآن کی اس آیت یا ایھا لذین اذاضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا میں ایک قرأت فتثبتو ہے دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی تحقیق کرلو اور معلوم کرلو نسخۂ عثمانی میں نقطے نہ ہونے کی وجہ سے دونوں قرأتیں ہوسکتی تھیں۔''[31]

مذکورہ بالا حدیث شریف میں سات حروف کس امر کو کہا گیا ہے، اس معرکۃ الآرا بحث نے مزید کئی ابحاث کو جنم دیا ہے۔

''اس حدیث میں قرآن کریم کے سات حروف میں نازل ہونے سے کیا مراد ہے؟ یہ بڑی معرکۃ الآرا اور طویل الذیل بحث ہے۔ اور بلاشبہ قرآنِ کریم کے مشکل ترین مباحث میں سے ہے۔''[32]

بلاشبہ مسئلہ قرات سبعہ ایک طویل عرصہ سے علما میں زیرِ بحث رہا، زیرِ بحث رہنے میں قباحت نہ تھی نقصان اس زاویہ سے ہوا کہ اس مسئلہ کو مکمل ابحاث کے ساتھ مطالعہ نہ کیا گیا اور بہت زیادہ امور کو ادھورا سمجھا گیا اور یہ ادھورا علم تو ہمیشہ سے خطرناک رہا، اس گوشہ سے نہ صرف اغیار بلکہ اپنوں نے بھی نقصان اٹھایا۔ اس ضمن میں جملہ ابہام واوہام پیدا ہونے کی ایک وجہ اس حدیث صحیح کے بارے میں لاعلمی پر مبنی آراء کا بے لگام اظہار ہے وہ یہ کہ کچھ احباب اس حدیث کا سرے سے انکار کر دیتے ہیں اور کچھ اس کی صحت پر بھی اظہار تنقیص فرماتے ہیں ان کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ حدیث

[31] نقرہ، التہامی، ڈاکٹر، (1912ء). اسلام اور مستشرقین، ج:6، ص:55، اعظم گڑھ، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی

[32] علوم القرآن، ص:97

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 17, 2025

موجود ہے اور ایک صحیح حدیث ہے۔ یہ احباب شاید یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کا حروف سبعہ میں نزول اس میں کوئی نقص ہے اور وہ اس حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ بہر حال اس کی صحت کے بارے میں عرض ہے کہ

جو حدیث اوپر نقل کی گئی ہے وہ معنی کے اعتبار سے متواتر ہے، چنانچہ مشہور محدث امام ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ نے اُس کے تواتر کی تصریح کی ہے، اور حدیث وقراآت کے معروف امام ابن الجزری فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مستقل کتاب (جزء) میں اس حدیث کے تمام طرق جمع کئے ہیں، اور اُن کے مطابق یہ حدیث حضرت عمر بن خطاب، ہشام بن حکیم بن حزام عبد الرحمن بن عوف، أبي بن کعب عبد اللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابوہریرہ، عبد اللہ بن عباس، ابوسعید خدری، حذیفہ بن یمان، ابو بکرہ، عمرو بن عاص، زید بن ارت، انس بن مالک سمرہ بن جندب، عمر بن ابی سلمہ ابو نیم، ابو طلحہ اور ایم ایوب انصار یہ رضی اللہ تعالی عنہم سے مروی ہے، (1) اس کے علاوہ متعدد محدثین نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت. عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر یہ اعلان فرمایا کہ وہ تمام حضرات کھڑے ہو جائیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہو کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جن میں سے ہر ایک شافی اور کافی ہے" چنانچہ صحابہ کرام کی اتنی بڑی جماعت کھڑی ہو گئی جسے شمار نہیں کیا جاسکا۔ اس حدیث میں سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ سات حروف پر قرآن کریم کے نازل ہونے سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں آراء و نظریات کا شدید اختلاف ملتا ہے، یہاں تک کہ علامہ ابن عربي وغیرہ نے اس باب میں پینتیس اقوال شمار کئے ہیں، یہاں اُن میں سے چند مشہور اقوال پیش خدمت ہیں: بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد سات مشہور قاریوں کی قراء تیں ہیں، لیکن یہ خیال تو بالکل غلط اور باطل ہے، کیونکہ قرآن کریم کی متواتر قراء تیں ان سات قراءتوں میں منحصر نہیں ہیں، بلکہ اور بھی متعدد قراءتیں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں، یہ سات قراءتیں تو محض اس لئے مشہور ہو گئیں کہ علامہ ابن مجاہد نے ایک کتاب میں ان سات مشہور قراء کی قراءتیں جمع کر دی ہیں۔[33]

جامع ترمذی کی مندرجہ ذیل حدیث سے بھی سات حروف سے رحمت ورافت کا مزاج ہی ثابت ہوتا ہے کہ علمی لحاظ سے کمزور اور ناتوان لوگ بھی قرآنِ مجید کی تلاوت کریں تو وہ سات میں سے کسی ایک کے تحت آسکیں اور وہ اپنی علمی افلاس اور مجبوری کی بنا پر گناہ گار نہ ہوں۔ سات حروف کا مقصد محض آسانی ہی ہے۔

انی بعثت إلى امة امیین منهم العجوز والشيخ والكبير والغلامُ وَالْجَارِيَةُ وَالَّذِي لَم يَقْرا كتابا قط[34].

مجھے ایک ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہے۔ جن میں بوڑھیاں بھی ہیں، بوڑھے بھی سن رسیدہ بھی لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور ایسے لوگ بھی جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی"

[33] علوم القرآن، ص:102
[34] جامع ترمذی، ج:2، ص:138

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 17, 2025

کچھ علماء نے سات حروف سے مراد سات قرائتیں، تو کچھ نے سات مختلف انداز میں پڑھنے والے قراء مراد لئے ہیں۔ بعض علماء نے سات سے مراد مطلقاً کثرت لی ہے۔

"اس حدیث میں سات کے لفظ سے درحقیقت تعداد مراد نہیں بلکہ آسانی سہولت اور وسعت مانی گئی ہے اس لئے کہ سات کا لفظ اکائیوں میں کثرت کا ارادہ کرنے کی صورت میں بولا جاتا ہے جس طرح دہائیوں کی کثرت کے لئے ستر اور سینکڑوں کی زیادتی ظاہر کرنے کے لئے سات سو کہا جاتا ہے اور اس سے محض عدد معین مراد نہیں ہوتا۔ عیاض بن غنمؓ اور ان کے پیرو لوگوں کا میلان اسی بات طرف ہوا ہے۔ مگر حضرت ابنِ عباس کی وہ حدیث جو صحیحین میں آئی ہے اس کی تردید بھی کر دیتی ہے کیوں کہ وہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے مجھے ایک ہی حرف پر قرآن پڑھایا تو میں نے ان سے زیادتی کی خواہش کی اور اس طرح برابر زیادتی کرنے کا طالب رہا۔ یہاں تک کہ وہ سات حرفوں پر پہنچ کر رک گیا۔"[35]

مسئلہ حروف سبعہ کے ضمن میں بہت زیادہ جزئیات حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس حدیث میں طے ہو سکتی ہیں۔ اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ قرآن مجید کے قراء کو یہ رعایت مل جائے کہ کئی ایک طرق سے پڑھا جا سکے اور وہ سب طروق درست ہوں اور یہ سب کچھ دین حق کے عمومی مزاجِ وسعت ویسر کے عین مطابق تھا۔

"پس حضور کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ کی (ساری) امت قرآن کریم کو ایک ہی حرف پر پڑھے، اس پر آپ نے فرمایا کہ میں اللہ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری اُمت میں اس کی طاقت نہیں ہے، پھر جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آپ کے پاس آئے، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن کریم کو دو حرفوں پر پڑھے، آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغرفت مانگتا ہوں، میری اُمت میں اس کی طاقت نہیں ہے، پھر وہ تیسری بار آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن کریم کو تین حروف پر پڑھے، آپ نے پھر فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے، پھر وہ چوتھی بار آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی اُمت قرآن کو سات حروف پر پڑھے، پس وہ جس حرف پر پڑھیں گے اُن کی قراءت درست ہو گی۔"[36]

یعنی میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص نماز پڑھنے لگا، اس نے ایک ایسی قرارت پڑھی جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک اور قراءت پڑھی، پس جب ہم نے نماز ختم کر لی تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے ایک ایسی قراءت پڑھی ہے جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے

[35] جامع ترمذی، ج:2، ص:138
[36] مناہل العرفان، ج:1، ص:133

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 17, 2025

شخص کی قراءت کے سوا ایک دوسری قراءت پڑھی، اس پر آپ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا، ان دونوں نے قراءت کی تو حضور نے دونوں کی تحسین فرمائی، اس پر میرے دل میں تکذیب کے ایسے وسوسے آنے لگے کہ جاہلیت میں بھی ایسے خیالات نہیں آئے تھے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر مارا جس سے میں پسینہ میں شرابور ہو گیا، اور خوف کی حالت میں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اللہ کو دیکھ رہا ہوں، پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابی! میرے پروردگار نے میرے پاس پیغام بھیجا تھا، کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی فرمایئے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں قرآن دو حرفوں پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری امت پر آسانی فرمایئے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں قرآن دو حرفوں میں پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری امت پر آسانی فرمایئے، تو اللہ تعالیٰ نے تیسری بار پیغام بھیجا کہ میں اسے سات حروف میں پڑھوں۔"[37]

مندرجہ بالا حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تلاوت کے اختلاف کو ہی اختلاف قرات لیتے رہے اور اسی چیز کو رسول اللہ ﷺ نے سات اختلاف سے تعبیر فرمایا ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سات حروف ہوں یا قرات کا اختلاف بات ایک ہی ہے اور اس ضمن میں کوئی حدیث ایسی نہیں ہے کہ دونوں مختلف ہیں اور چونکہ قرات کا محفوظ ہونا بھی ثابت ہے لہٰذا حروف سبعہ بھی محفوظ ہیں۔

مجموعی طور پر اسلام کے داعیان خواہ وہ اساتذہ ہوں یا مبلغین، آئمہ ہوں یا خطباء بلکہ ہر وہ جسے دین پر ایک نمائندہ کی حیثیت سے بات کرنا ہوتی ہے، اسے قرآنی علوم کا جاننا از حد ضروری ہے جن میں ناسخ و منسوخ کا علم، اسباب النزول کا علم، محکم و متشابہات کا علم اور تدوین القرآن کا علم بہت اہم ہیں ورنہ داعیان اسلام حسن نیت کے باوجود اور اسلام کی بہی خواہی کے باوجود نہ چاہتے ہوئے اور اور نہ جانتے ہوئے بھی اسلام کا نقصان کریں گے اور نسل نو کو دین حق سے برگشتہ کریں گے۔

[37] صحیح مسلم، ج:1، ص:273، اصح المطابع، نیو دہلی انڈیا

OPEN ACCESS
CC BY